اسلامی شریعت میں حقوقِ مالیہ کا تحفظ: ایک علمی و تحقیقی جائزہ

Protection of Property in light of Islamic Sharia

ڈاکٹر محمد نعیم[i] محمد نعمان خالد[ii]

Abstract

Financial transactions and agreements play integral part in human life. No one can live without getting involved in some of these in his daily life. In these transactions one lends his money at time and borrows the other time. He gives and takes. Now a days honesty is very little to be seen. Everyone wants to gain money no matter source is legal or forbidden. For such kind of situations Islamic Shariah guides us.

One of those advices Islam provided is to have mortgage or guarantees and hawala from the one who is borrowing money as a guarantee for receiving the money back at the end of the agreement.So if the debtor does not pay the money on time, creditor will be able to ask the guaranteer or sell the mortgage and receive his money. But if he sells the mortgage and the price of that mortgage proceeds the amount he lent, he must give it back to the debtor. The same practice is being carried out by the Islamic banks and other financial institutes.

In this article we will study the system of guarantees and its different kinds from sharia point of view to be able to choose sharia compliant system.

***Key Words**: Agreements, Islam, Islamic Shariah, Islami banks*

یہ بات ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ شریعہ اسلامیہ کی تعلیمات دائمی اور ابدی ہیں، زندگی کے کسی بھی خطے اور کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والی اور قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے اس میں ایسی مکمل رہنمائی موجود ہے، جس میں کسی قسم کا سقم، کمزوری اور عیب نہیں۔یہی وجہ ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اس کے احکامات اسی طرح تابندہ اور روشن ہیں جس طرح اسلام کے ابتدائی دور میں تھیں۔اور ابھی تک اس کی بنیادی تعلیمات میں کسی قسم کی ترمیم یا تبدیلی نہیں کی جا سکی۔

معاملات چونکہ زندگی کا بہت بڑا شعبہ ہے، انسانی معاشرے میں رہنے والا کوئی بھی انسان خواہ کتنا ہی مالدار، صاحبِ ثروت اور صاحبِ اقتدار ہو، بہر حال اس کو دیگر انسانوں سے معاملات لازماً کرنے پڑتے ہیں، کسی بھی معاشرے میں رہتے ہوئے انسان کے باوقار اور باعزت زندگی گزارنے کے لیے مکمل شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے اور یہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے[1]، عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات۔ان میں سے عقائد اور عبادات کا تعلق انسان کی ذاتی زندگی سے ہوتا ہے اور باقی تینوں میں دوسرے لوگوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔اس لیے شریعت اسلامیہ حکم دیتا ہے کہ ان تینوں کو احتیاط کے ساتھ ادا کیا

---

i اسسٹنٹ پروفیسر آف شریعہ، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ii پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ قرآن وسنۃ، یونیورسٹی آف کراچی

جائے، تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں، پھر معاشرت اور اخلاقیات میں شریعت اسلامیہ کا تقاضا صرف یہ ہے کہ آدمی کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور اس کے بارے میں ایک حدیث بنیادی حیثیت کی حامل ہے، جس کو دینِ اسلام کا ایک چوتھائی حصہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده[2]"

" (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"

اس حدیث میں اگرچہ صرف زبان اور ہاتھ کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ عام طور پر تکلیف زبان اور ہاتھ کے ذریعہ ہی پہنچائی جاتی ہے، ورنہ حقیقت میں اس حدیث کے مفہوم میں جسم کے تمام اعضاء اور تمام وہ طریقے شامل ہیں جن کے ذریعہ کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائی جائے۔ نیز اس سے مراد صرف جسمانی تکلیف نہیں، بلکہ ذہنی طور پر کسی شخص کو اذیت دینا بھی ناجائز اور حرام ہے۔ لہذا کسی کو آنکھ یا جسم کے کسی اور عضو کے ذریعہ اشارہ اور کنایہ کے ذریعہ کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا یا اس کی آبروریزی کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لیے معاشرت کے حوالے سے شریعت اسلامیہ نے ہر ایسے معاملے سے منع کیا ہے، جس سے دوسرے مسلمان کی دل آزاری ہو۔ باقی جہاں تک معاملاتِ مالیہ کا تعلق ہے تو اس میں رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ارشاد ہے:

"لا يحل مال امرئ مسلم، إلا بطيب نفس منه[3]"

" کسی مسلمان کا مال کسی شخص کے لیے اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں"

اس حدیثِ پاک میں رسول اکرم ﷺ نے ایک جامع اصول بیان فرمادیا کہ جب تک مالک کی دلی رضامندی شامل نہ ہو تو اس وقت تک اس کا مال استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں، لہذا معاملاتِ مالیہ میں اس بات کا اہتمام نہایت ضروری امر ہے کہ آدمی دوسرے کے مال کا لحاظ رکھے اور اس کی رضامندی اور خوشنودی کے بغیر اس کے مال میں ہرگز تصرف نہ کرے۔ البتہ اس حدیث سے ایک صورت مستثنیٰ ہے، وہ یہ کہ اگر کسی آدمی کا کسی کے ذمہ کوئی حق واجب ہو اور وہ بغیر کسی عذر کے اس کا حق نہ دے رہا ہو تو صاحبِ حق کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ جس طرح چاہے جائز طریقے سے اپنا حق وصول کر سکتا ہے، جیسے کسی شخص کے ذمہ زید کا ایک لاکھ واجب ہو اور وہ وسعت و قدرت کے باوجود نہ دے تو زید کو حق ہے کہ وہ کسی طریقہ سے ایک لاکھ روپیہ چھین لے، یا ایک لاکھ کی مالیت کے برابر کسی چیز پر قبضہ کرلے اور جب تک لاکھ روپیہ وصول نہ ہو اس وقت تک وہ چیز واپس نہ کرے، البتہ اس صورت میں زید پر لازم ہے کہ وہ حق وصول کر لینے کے بعد اس شخص کو اطلاع کردے کہ میں نے اپنے حق کے عوض آپ کی فلاں چیز وصول کی ہے۔ نیز اس میں اس بات کا اہتمام بھی نہایت ضروری امر ہے کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس سے لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ جائے۔ فقہائے کرام اس مسئلہ کو" مسئلۃ الظفر" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر آدمی اپنے غلام کا کسی شخص کی باندی سے نکاح کردے اور یہ آدمی غلام کو اپنی خدمت میں مصروف رکھے تو شریعت نے غلام کو یہ حق دیا ہے کہ وہ فرصت ملنے پر اپنی بیوی سے ملاقات کرے۔ کیونکہ بیوی سے ملنا اس کا حق ہے۔ اس مسئلے پر قیاس کرتے ہوئے فقہائے کرامؒ نے فرمایا کہ جس شخص کا کسی کے ذمہ کوئی حق واجب ہو تو وہ اپنا حق کسی بھی جائز طریقہ سے وصول کر سکتا ہے[4]۔ اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ چیز اس کے حق کی جنس سے ہی ہو، بلکہ دوسری جنس کی چیز سے بھی صاحبِ حق کو اپنا حق وصول کرنے کا اختیار ہے۔

الغرض شریعت ہر شخص کو اپنا حق وصول کرنے کا پورا پورا حق دیتی ہے، اپنے حق کی وصولی کو ممکن بنانے کے لیے اسلام نے

ضمانات کو مشروع قرار دیا، جس کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے قرض لیتا ہے یا اس سے کوئی ادھار خریدتا ہے، جبکہ یہ دونوں شخص اجنبی ہیں یا ایک دوسرے سے واقف ہونے کے باوجود مالی معاملات میں اعتماد کی فضاء قائم نہیں ہے، تو ایسی صورت میں شریعت قرض دینے والے اور ادھار فروخت کرنے والے کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ اپنے قرض اور اپنی چیز کی قیمت کے برابر دوسرے فریق سے کوئی چیز بطور سیکورٹی وصول کرے، تاکہ اگر بالفرض شخصِ مذکور وقتِ مقررہ پر ادائیگی کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی کا معاملہ کرے تو وہ اس چیز کے ذریعہ اپنا حق وصول کیا جا سکے۔

یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ عصرِ حاضر میں معاش کی نِت نئی صورتوں اور تجارتی میدان کی بے بہا وسعتوں نے عالم میں ایسا انقلاب برپا کیا ہے کہ ہزاروں ذرائع معاش اور سینکڑوں طرقِ آمدن وجود میں آنے کے باوجود روز بروز اس میں ترقی اور اضافہ ہو رہا ہے، اسلامک بینکنگ سسٹم(Islamic Banking System)اور دیگر کئی تجارتی و تمویلی نظام رونما ہو چکے ہیں، عالمی معیشت کے تناظر میں جھانکنے والے لوگوں پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ عصرِ حاضر میں تجارتی ترقی کی صورتیں سیلاب کے پانی کی طرح اپنا راستہ خود بخود بنا رہی ہیں، جن کا کنٹرول کرنا اور ان کی حد بندی کرنا بظاہر بہت مشکل نظر آرہا ہے۔

یہ تصویر کا ایک رُخ ہے، جبکہ تصویر کے دوسرے رُخ میں ذرائع معیشت کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ امانت، دیانت، تقویٰ اور پرہیزگاری کے فقدان میں بھی دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ جس کا زیادہ تر مالی معاملات پر اثر پڑ رہا ہے، لوگوں میں جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی اور خیانت جیسی برائیاں جنم لے چکی ہیں۔ خود غرض، لالچی اور کمزور ذہنیت کے مالک راتوں رات کروڑ پتی بننے کے چکر میں دوسروں کا مال بٹورنے اور اپنا بینک بیلنس بنانے کے لیے طرح طرح کے طریقے ایجاد کرنے لگے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاجر حضرات ہر شخص سے معاملات کرتے ہوئے کتراتے ہیں، کیونکہ مالی معاملات میں اعتماد کی فضا ہمارے معاشرے سے بالکل ختم ہو چکی ہے۔

ایسی صورتِ حال میں اسلام کے روشن اصولوں سے رہنمائی لینا اور مالی معاملات میں ان کو بروئے کار لانا انتہائی ضروری ہے۔ اسلام نے ایسے حالات میں ہمیں ضمانات(Guarantees) سے متعلق وسیع احکامات دیئے ہیں۔ معاملاتِ مالیہ میں ضمانات کا کردار بہت اہم ہے، جدید معیشت و تجارت خصوصاً انٹر نیشنل سطح پر ہونے والی عقود(Transactions) میں ضمانات (Guarantees) کو بہت بڑا دخل ہے۔

معاملات میں ضمان کا مطلب ہے کسی چیز کے بہتر ہونے کی ذمہ داری لینا اور اس کے بہتر ہونے کی یقین دہانی کرانا، آج کل گارنٹی(Guarantee)، رہن(Mortgage) اور حوالہ(Hawalah) کی جو صورتیں رائج ہیں، یہ سب دراصل ضمانات کی ہی قسمیں ہیں۔ ان کے ذریعہ کسی بھی مالی معاملے میں ادائیگی(Payment) کو یقینی بنایا جا سکتا ہے اور معاملات میں عام طور پر پیش آنے والے نقصان سے حتی الامکان بچا جا سکتا ہے۔ آج کل جو لوگ اسلام کے ان دیئے گئے اصولوں کی پابندی کرتے ہیں ان کو بہت کم نقصان اور خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً: زید نے عمرو سے پانچ لاکھ روپے کا ایک پلاٹ خریدا اور رقم قسطوں میں ادا کرنا طے پایا، جس کی مدت ایک سال مقرر کی گئی، اب عمرو یہ چاہتا ہے کہ زید مجھے یقین دہانی کے لیے کوئی ثبوت دے، تاکہ مجھے اطمینان حاصل ہو جائے کہ واقعتاً زید پلاٹ کی مکمل رقم ادا کرے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ زید مکمل رقم ادا نہ کرے یا ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لے، یا یہ کہ میں اس کی خریداری پر اعتماد کرتے ہوئے دوسروں کو پلاٹ بیچنے سے انکار کر دوں اور یہ دو ماہ بعد پلاٹ خریدنے سے پیچھے ہٹ جائے، تو اس صورت

میں مجھے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا، لہذا میں ایسا خطرہ مول نہیں لے سکتا، اس لیے وہ زید سے کہتا ہے کہ مجھے اعتماد کے لیے کوئی چیز مہیا کرو کہ مذکورہ وقتِ مقرر پر ادائیگی کروگے اور اگر بالفرض آپ نے ادائیگی نہ کی تو میں اس چیز کے ذریعہ اپنی رقم وصول کر سکوں۔ اب عمرو کے پاس زید کو یقین دلانے کے لیے اسلام کے دیئے گئے اصولوں کی روشنی میں درج ذیل صورتیں ہیں:

1. گروی رکھنا: (Mortgage)

اسلام کا پہلا اصول یہ ہے کہ صاحبِ حق کے پاس اپنی کوئی مملوکہ چیز گروی رکھ دی جائے۔ جسے عربی میں "الرہن" اور انگریزی میں "Mortgage" کہا جاتا ہے۔ رہن کی مشروعیت کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی اس آیتِ مبارکہ میں بیان فرمایا ہے:

"وَإِنْ كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ[5]"

"اور اگر تم سفر پر ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ، (ادائیگی کی ضمانت کے طور پر) تو رہن قبضہ میں رکھ لی جائے"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"فليقرض الدَّائِن من الْمَدْيُون رهنا بِدِينِهِ[6]"

"یعنی مقروض کو قرض دینے والا اپنے قرض کے بدلے میں رہن رکھ لے۔"

اس سے گذشتہ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آپس کے لین دین اور معاملات سے متعلق مفصل احکام بیان فرمائے ہیں، لہٰذا مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں صرف قرض کا معاملہ مراد نہیں، بلکہ اس میں فریقین کے درمیان ہونے والا ہر وہ معاملہ شامل ہے جس میں ایک فریق کے ذمہ رقم کی ادائیگی واجب ہو اور دوسرا فریق اس کی وصولی کا حق رکھتا ہو، البتہ اس سے امانات کے عقود (Transactions) خارج ہیں، امانات سے مراد ہر ایسا عقد ہے جس میں رقم کی حیثیت امانت کی ہو اور تعدی اور کوتاہی کے بغیر ضائع ہونے کی صورت میں اس پر رقم ادا کرنا لازم نہ ہو۔

لہٰذا مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں زید اپنی زمین یا کوئی اور گراں قیمت چیز عمرو کے پاس بطور گروی رکھ دے اور زید سے کہہ دے کہ جب تک میں آپ کو پلاٹ کی رقم ادا نہ کروں اس وقت تک آپ یہ چیز اپنے قبضہ میں رکھیں، اس صورت میں عمرو کو حق حاصل ہوگا کہ وہ زید کی طرف سے دی گئی چیز پر قبضہ کرلے، عمرو کو اس کے استعمال سے روک دے اور مکمل رقم ادا ہونے تک گروی رکھی گئی چیز واپس نہ کرے۔ اگر عمرو رقم ادا نہ کر سکا تو زید کو حق ہے کہ گروی چیز فروخت کرکے اپنی رقم وصول کرلے، البتہ اس میں چونکہ قبضہ زید کا ہوگا، اس لیے گروی چیز کی حفاظت کی ذمہ داری بھی زید کی ہی ہوگی۔ لہذا اگر زید کے قبضہ میں وہ چیز ضائع ہوگئی تو اتنی رقم پلاٹ کی قیمت سے منہا کی جائے گی[7]۔

البتہ رہن کے متعلق فقہائے کرامؒ نے یہ اصول لکھا ہے کہ رہن صرف اعیانِ مضمونہ بنفسہا (ایسی چیزیں جن کے ہلاک ہونے کی صورت میں ان کی قیمت واجب ہوتی ہے) کے عوض وصول کی جا سکتی ہے، اس کے علاوہ کسی چیز کے عوض، مثلاً: امانات وغیرہ کے عوض رہن لینا جائز نہیں[8]۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ زید کا گروی رکھی جانے والی چیز سے نفع اٹھانا بالکل جائز نہیں، کیونکہ یہ چیز دراصل دَین (قرض یا اس کی مثل رقم جس کی ادائیگی بہر صورت واجب ہو) کے عوض رکھی گئی ہے اور حدیثِ پاک میں قرض کی بنیاد پر نفع حاصل کرنے سے صراحتاً منع کیا گیا ہے، بلکہ اس کو سود فرمایا گیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

كل قرض جر منفعة ، فهو ربا[9]

"یعنی ہر ایسا قرض جس کی بناء پر کوئی منفعت حاصل کی جائے، وہ سود ہے۔"

لہٰذا زید گروی رکھی گئی چیز سے کسی قسم کا نفع نہیں حاصل کر سکتا، اگرچہ مالک اجازت بھی دیدے، کیونکہ یہ شرعی طور پر سود ہے، جو مالک کے اجازت دینے سے جائز نہیں ہوگا۔ ہاں! اگر زید (گروی چیز رکھنے والا) اور عمرو (گروی چیز وصول کرنے والا) اس طرح معاملہ طے کر لیں کہ عمرو اس چیز سے جتنا نفع حاصل کرے گا اتنی رقم قرض سے منہا کی جائے گی تو یہ جائز ہے، مثلاً: اگر زید نے گھر گروی رکھا، جس کا ماہانہ کرایہ پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) روپے ہو اور عمرو اس گھر کو تین ماہ کے لیے استعمال کرے گا تو زید کے ذمہ واجب الاداء رقم میں سے پچھتر ہزار (۷۵۰۰۰) روپے منہا ہو جائیں گے، یہ صورت اس لیے جائز ہے، کیونکہ اس میں عمرو نے دراصل گھر کرایہ پر لیا ہے، جو کہ شرعاً جائز ہے۔

2. رہنِ سائل:(Floating Mortgage)

رہن کے طریقوں میں سے ایک جدید طریقہ بھی معاشرے میں رواج پا رہا ہے، جس کو عربی میں "الرہن السائل"، انگلش میں "Floating Mortgage" یا "Simple Mortgage" اور اردو میں سادہ رہن کہا جاتا ہے۔ ضمانات کے مروجہ طریقوں میں سے یہ طریقہ سب سے زیادہ آسان اور قابلِ عمل ہے، ہماری مارکیٹوں میں خرید و فروخت، کرایہ داری اور دیگر معاملات میں رہنِ سائل پر بکثرت عمل کیا جاتا ہے[10]۔

گزشتہ دور میں یہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی سے کوئی مالی معاملہ کرتا اور اس کے نتیجے میں اس کے ذمہ واجباتِ مالیہ لازم ہو جاتے اور وہ شخص معاشی تنگی یا دیگر وجوہ کی بناء پر فوری ادائیگی پر قادر نہ ہوتا تو وہ دوسرے فریق کو دین (قرض) کی ادائیگی کی یقین دہانی کرانے کے لیے اپنی گاڑی یا کوئی اور پراپرٹی وغیرہ اس کے پاس بطور گروی رکھ دیتا تھا، صاحبِ حق اس چیز پر قبضہ کر لیتا اور جب تک وہ اپنا حق وصول نہ کر لیتا اس وقت تک وہ چیز صاحبِ حق کے قبضہ میں ہی رہتی تھی، جب وہ اپنا حق لے لیتا تو گروی رکھی گئی چیز واپس کر دی جاتی تھی۔ آج کل چونکہ تجارتی اور کاروباری صورتیں بہت وسعت اختیار کر چکی ہیں، ایک وقت میں کروڑوں روپے کے سودے (Transetions) ہوتے ہیں اور کاروبار کا عرف یہ چل پڑا ہے کہ بڑے سودے ادھار پر ہی ہوتے ہیں، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ لاکھوں یا کروڑوں کا سودا ہو اور اس کی ادائیگی نقد کر دی جائے۔ بلکہ خریدار ادھار مال خرید کر آگے فروخت کر کے فروخت کنندہ (Seller) کو رقم ادا کرتا ہے۔ اور بیرون ممالک سے خریداری کرنے میں ایسا کرنا بھی مشکل ہوتا ہے کہ فروخت کنندہ رقم وصول ہونے تک بیچا گیا سامان اپنے پاس رکھ لے، کیونکہ خریدار کو سامان کی فوری ضرورت ہوتی ہے۔ نیز بغیر کسی سیکورٹی اور گارنٹی کے فروخت کنندہ مال دینے پر بھی رضامند نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں اس کی رقم ڈوب جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں بعض معاصر فقہائے کرام نے رہنِ سائل کے جواز کا فتوی دیا۔ رہنِ سائل پر عملدرآمد کرنے کی وجہ سے ایکسپورٹ، اِمپورٹ اور دیگر کاروباری صورتوں کی وہ تمام مشکلات حل ہو گئیں جو پہلے پائی جاتی تھیں۔

رہنِ سائل کا طریقہ کار

رہنِ سائل، دراصل چیز گروی رکھنے کی ایک نئی صورت ہے، جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ جب کسی شخص کا کسی کے ذمہ کوئی حق واجب ہو مثلاً: زید نے عمرو سے پانچ لاکھ روپے کی گاڑی چھ ماہ کے ادھار پر خریدی، عمرو نے زید سے کہا کہ آپ میرے پاس

کوئی چیز گروی رکھوائیں، تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ آپ چھ ماہ کے بعد گاڑی کی رقم ادا کر دیں گے۔ زید، عمرو(صاحبِ حق) کے پاس بعینہ گاڑی گروی رکھنے کی بجائے اس کے صرف قانونی کاغذات(Original Documents) گروی رکھ دیتا ہے اور فریقین اسٹامپ پیپر پر باقاعدہ ایگریمنٹ سائن کر لیتے ہیں، جس میں یہ درج ہوتا ہے کہ مقررہ وقت پر رقم نہ ادا کرنے کی صورت میں صاحبِ حق(عمرو) کو گاڑی بیچنے کا حق حاصل ہوگا۔ باقی گاڑی بدستور زید(گاڑی کا موجودہ مالک) کے قبضہ میں ہی رہتی ہے اور اس کو گاڑی کے استعمال کرنے کا اختیار بھی ہوتا ہے اور کاغذات چونکہ عمرو کے پاس ہوتے ہیں، اس لیے چھ ماہ تک گاڑی کی مکمل رقم نہ وصول ہونے کی صورت میں عمرو کو گاڑی فروخت کر کے اپنا حق وصول کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

رہنِ سائل کے فوائد

رہن سائل میں چونکہ صرف قانونی کاغذات رہن رکھے جاتے ہیں، اس لیے اس میں کاغذات گروی رکھنے والے اور وصول کرنے والے دونوں کو سہولت اور آسانی ہوتی ہے، رہنِ سائل کے نمایاں فوائد درج ذیل ہیں:

i. جس چیز کے کاغذات گروی رکھے ہوئے ہوں وہ چیز چونکہ کاغذات رکھنے والے کے قبضہ میں ہوتی ہے، اس لیے اس کو چیز کے استعمال کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا مکمل اختیار ہوتا ہے، اگر بعینہ وہ چیز گروی رکھی جاتی تو وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتا۔

ii. مرتہن(جس کے پاس کاغذات گروی رکھے گئے ہوں) اس چیز کی حفاظت اور دیکھ بھال کی ذمہ داری سے بری ہو گیا، اگر وہ چیز اپنے پاس گروی رکھ لیتا تو اس کو حفاظت کرنا پڑتی اور اس کے قبضہ میں رہتے ہوئے اگر وہ چیز ضائع ہو جاتی تو اس کا ضمان بھی اسی پر ہوتا، خواہ اس کی کوتاہی کے بغیر ہی کیوں نہ ضائع ہوتی، کیونکہ گروی رکھی گئی چیز بہر صورت مضمون ہوتی ہے، اگرچہ ضائع ہونے کا احتمال کاغذات میں بھی موجود ہے، لیکن کاغذات کے مختصر ہونے کی وجہ سے ان کی حفاظت آسان ہوتی ہے اس لیے ان میں گم یا ضائع ہونے کا احتمال نسبتاً کم ہوتا ہے[11]۔

iii. رہنِ سائل کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر بعینہ چیز گروی رکھی جاتی تو مرتہن کے اس سے نفع اٹھانے کا احتمال باقی رہتا، جبکہ گروی رکھی گئی چیز سے کسی قسم کا نفع اٹھانا(خواہ مالک کی اجازت سے ہی ہو) جائز نہیں، جس کی وجہ سے مرتہن گناہ گار ہوتا، لیکن صرف کاغذات گروی رکھوانے کی صورت میں یہ احتمال ختم ہو گیا اور وہ گناہ سرزد ہونے سے محفوظ ہو گیا۔

3. گارنٹی: (Guarantee)

مقروض کا قرض دہندہ کو یقین دلانے کے لیے دوسرا اصول کفالہ کا ہے، جس کو انگلش میں گارنٹی(Guarantee) سے تعبیر کیا جاتا ہے، کفالہ کی مشروعیت کا ذکر احادیثِ مبارکہ میں موجود ہے، چنانچہ سننِ بیہقی کی روایت ہے:

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال؛الزعيم غارم. قال المزني: والزعيم فى اللغة هو الكفيل[12]"

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "زعیم ضامن ہوتا ہے"۔ امام مزنیؒ کہتے ہیں: لغت میں زعیم، کفیل کو کہتے ہیں"

لہٰذا مقروض کے پاس قرض دہندہ کو یقین دہانی کروانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مقروض کسی تیسرے شخص کو اپنا کفیل(ضامن) بنا دے جو اس بات کی ذمہ داری قبول کرے کہ اگر اس(مقروض) نے وقتِ مقررہ پر قرض ادا نہ کیا تو وہ اس کی طرف سے اتنی رقم ادا

کرے گا۔ اس صورت میں قرض دینے والے کو حق حاصل ہو گا کہ وہ مقروض کے تاخیر کرنے پر کفیل یعنی ضامن کو رقم ادا کرنے پر مجبور کرے۔ اگر کفیل بھی ٹال مٹول سے کام لے تو قرض دہندہ کو حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے رجوع کرے اور اصل مقروض اور کفیل (ضامن) دونوں سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے۔

اگر کفیل مقروض کی طرف سے قرض کی رقم ادا کردے تو اس کو حق حاصل ہے کہ ادا کی گئی رقم کا مقروض سے مطالبہ کرے، کیونکہ یہ رقم اس نے اس کی طرف سے ادا کی ہے، البتہ اگر کفیل نے اپنی مرضی سے مقروض کا قرض ادا کیا ہے تو اس صورت میں کفیل کو مقروض سے اس رقم کے مطالبے کا حق حاصل نہیں ہو گا۔ البتہ کفالہ میں ہر قسم کے مال کا کفیل نہیں بنایا جاسکتا، بلکہ اس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ مال جس کی کفالت کرنا مقصود ہو وہ مکفول عنہ یعنی اصیل کے ذمہ مضمون بالعین ہو۔ مضمون بالعین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ چیز یا مال (جس کی کفالت لی گئی ہو) اصیل کی کوتاہی اور زیادتی کے بغیر ضائع ہو جائے تو بھی اس کی قیمت کی ادائیگی اس کے ذمہ لازم ہو۔

مذکورہ بالا اصول سے درج ذیل دو قسم کے اموال نکل گئے، جن کی کفالت لینا درست نہیں:

أ- ایک وہ مال جو مضمون بالغیر ہو، مضمون بالغیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ چیز کسی شخص کے پاس ضائع ہو جائے تو اس کی قیمت واجب نہ ہو، بلکہ کوئی اور چیز لازم ہو، جیسے بیچی گئی چیز پر اگر خریدار نے قبضہ نہ کیا ہو تو وہ فروخت کنندہ کے پاس مضمون بالغیر ہوتی ہے، یعنی اگر یہ چیز اس کے پاس ضائع ہو گئی تو اس کی قیمت واجب نہیں ہو گی، بلکہ ثمن (فریقین کے درمیان چیز کی طے شدہ قیمت) ساقط ہو جائے گی اور اگر فروخت کنندہ قیمت وصول کر چکا ہو تو قیمت واپس کرنا ہو گی[13]۔

ب- دوسرا وہ مال جو بالکل مضمون نہ ہو، بلکہ کسی کے پاس امانت ہو، جیسے ودیعت کے طور پر رکھا ہوا مال یا راستے میں گری ہوئی چیز وغیرہ، ان کا ضامن لینا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں امانات کی قبیل سے ہیں، کیونکہ امانت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ بغیر کوتاہی اور زیادتی کے ضائع ہو جائیں تو ان کی قیمت یا کسی قسم کا ضمان واجب نہیں ہوتا[14]۔

4. حوالہ: (Hawala)

صاحبِ حق کی یقین دہانی کے لیے شریعت کی طرف سے دیا گیا تیسرا اصول یہ ہے کہ مقروض کسی شخص سے بات چیت کر کے واجب الاداء رقم کا حوالہ کردے۔ حوالہ کا لغوی معنی " منتقل کرنا، نقل کرنا اور سپرد کرنا" ہے[15]۔ انگریزی میں اس کو "Transfer" کہا جاتا ہے۔ حوالہ کا اصطلاحی معنی ہے:

"نقل الدين من ذمة إلى ذمة[16]"

"قرض کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کرنا"

اس کا مطلب یہ ہے کہ مقروض کا اپنے ذمہ واجب الاداء قرض کو کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل کرنا۔ مذکور مثال سے اس کی یوں وضاحت کی جاسکتی ہے کہ مثلاً: زید نے عمرو کا پانچ لاکھ روپیہ دینا تھا، چند دن بعد زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے جو آپ کی رقم دینی ہے وہ بکر ادا کرے گا، بکر نے بھی زید کے سامنے اس ذمہ داری کو قبول کر لی، اسی صورتِ حال کا نام حوالہ ہے۔ اس طرح حوالہ کرنے سے جو قرض عمرو کے ذمہ واجب تھا اب وہ بکر کی طرف منتقل ہو گیا اور اس کی ادائیگی بکر کے ذمہ واجب ہو گئی اور زید یعنی

مقروض بریٔ الذمہ ہو گیا۔ باقی اس عقد میں تین فریق ہوتے ہیں:

1. ایک وہ شخص جو مقروض اور مدیون ہوتا ہے، یہ اپنا قرض دوسرے شخص کی طرف منتقل کرتا ہے، اس کو عربی میں "محیل" اور انگریزی میں "Transferor" کہا جاتا ہے۔
2. دوسرا وہ شخص جس کی طرف دَین یا قرض منتقل کیا جاتا ہے، یہ ادائیگی کی ذمہ داری کو قبول کرنے والا شخص ہوتا ہے، اس کو عربی میں "محتال علیہ" یا "محال" اور انگلش میں "Payer" کہا جاتا ہے۔
3. تیسرا شخص قرض خواہ ہے، جس کے لیے دین کا حوالہ کیا جاتا ہے دوسرے لفظوں میں یہ طالبِ دَین ہے، اس کو عربی میں "محتال لہ" اور انگلش میں "Transferee" کہا جاتا ہے[17]۔

اور جس چیز کا حوالہ کیا جاتا ہے اس کو "محتال بہ" اور انگلش میں "Transferred" کہتے ہیں، خواہ وہ دین ہو یا کوئی عین چیز۔ دونوں صورتوں میں حوالہ کی جانے والی چیز کو محتال بہ کہا جائے گا۔

حوالہ کی اقسام

حوالہ کی درج ذیل دو قسمیں ہیں:

1. حوالہ مطلقہ

حوالہ مطلقہ کا مطلب یہ ہے کہ حوالہ کرنے والا کسی شخص پر دین یعنی قرض کا حوالہ کرے اور اس کو پہلے سے محتال علیہ (جس پر حوالہ کیا گیا) کے ذمہ واجب الاداء کسی قرض یا عین چیز کے ساتھ مقیّد نہ کرے، مثلاً: جس شخص نے قرض کی ادائیگی کا ذمہ لیا ہے، اس کے ذمہ مُحیل کا پہلے سے کوئی قرض یا کوئی عین چیز امانت وغیرہ کی ادائیگی لازم تھی، تو حوالہ کرنے والا شخص اس قرض یا عین چیز کے ساتھ مقید کیے بغیر حوالہ کرے اور اس کو اختیار دے کہ وہ جہاں سے چاہے قرض ادا کر دے، اس کو حوالہ مطلقہ کہتے ہیں، کیونکہ یہ کسی چیز کے ساتھ مقید نہیں ہوتا[18]۔

2. حوالہ مقیّدہ

حوالہ مقیّدہ کا مطلب یہ ہے کہ محیل نے محتال علیہ سے کوئی قرض یا کوئی عین چیز پہلے سے لینا تھی، محیل نے اسی کا حوالہ کر دیا کہ یہ قرض اور عین چیز فلاں شخص کو دیدیں، اس کو حوالہ مقیدہ کہتے ہیں، کیونکہ اس صورت میں محتال علیہ (جس پر حوالہ کیا گیا) اسی چیز کو سپرد کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے، اگر وہ چیز کسی وجہ سے بغیر اس کی کوتاہی اور تعدی کے ضائع ہو گئی تو محتال علیہ اس قرض کو ادا کرنے کا ذمہ دار نہیں ہو گا، مثلاً: زید عمرو کا مقروض تھا اور بکر کے پاس زید کی کوئی گراں قیمت چیز مثلاً گاڑی وغیرہ بطور استعمال یا بطورِ امانت موجود ہو (جس کی قیمت پانچ لاکھ کے برابر ہو) اور زید، عمرو کی موجودگی میں بکر سے کہے کہ اگر میں نے فلاں وقت پر رقم ادا نہ کی تو آپ میری گاڑی عمرو کے سپرد کر دینا یا اس کو فروخت کر کے پلاٹ کی رقم ادا کر دینا۔ اس صورت میں زید کے وقتِ مقررہ سے تاخیر کرنے پر عمرو بکر کو مجبور کر سکتا ہے کہ وہ گاڑی اس کے سپرد کرے یا گاڑی فروخت کر کے اس کی رقم ادا کرے۔ چنانچہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ حوالہ کی دونوں قسموں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أن الحوالة نوعان: مطلقة, ومقيدة, فالمطلقة: أن يحيل بالدين على فلان, ولا يقيده بالدين الذي عليه,

والمقيدة: أن يقيده بذلك, والحوالة بكل واحدة من النوعين جائزة؛ لقوله عليه الصلاة والسلام "من أحيل على مليء فليتبع" من غير فصل. إلا أن الحوالة المطلقة؛ تخالف الحوالة المقيدة في أحكام[19]"

"حوالہ کی دو قسمیں ہیں: مطلقہ اور مقیدہ، مطلقہ یہ ہے کہ کوئی شخص قرض کا کسی پر حوالہ کرے اور اس کو اس دین کے ساتھ مقید نہ کرے جو اس کے ذمہ لازم تھا اور مقیدہ یہ کہ حوالہ کو سابقہ دَین کے ساتھ مقید کر دے، حوالہ کی یہ دونوں قسمیں جائز ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "وہ شخص جس کا (قرض) کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس مالدار کا پیچھا کرے "الہ مقیدہ سے مختلف ہیں"

اس کے علاوہ حوالہ کی ایک جدید صورت جس کو پوسٹ ڈیٹڈ چیک (Post Dated Cheque): کہا جاتا ہے، اس کے ذریعے بھی مقروض اپنے قرض دہندہ کو ادائیگی کی یقین دہانی کروا سکتا ہے، وہ اس طرح مقروض کسی تیسرے شخص (جس کے اکاؤنٹ میں قرض کے برابر رقم موجود ہو) کے اکاؤنٹ کا پوسٹ ڈیٹڈ چیک (Post Dated Cheque) دیدے، جس میں وہی تاریخ درج کی گئی ہو جو واجب الاداء رقم ادا کرنے کی آخری تاریخ ہو، اس صورت میں مقررہ تاریخ سے تاخیر کرنے پر قرض دہندہ وہ کو چیک کیش کرانے کا حق حاصل ہوگا[20]۔

آج کل حوالہ کی اور بھی بہت سی جدید صورتیں بھی وجود میں آچکی ہیں، جو رقم ایک جگہ سے دوسرے ملک کی طرف منتقل کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، ان میں سے بعض قومی سطح پر جیسے ایزی پیسہ (Paisa Easy)، اومنی پیسہ (Omni Paisa) اور منی آرڈر (Money Order) وغیرہ اور بعض طریقے انٹرنیشنل سطح پر رقم ٹرانسفر کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں، جیسے وَیل اسٹریٹ (Well Street)، ویسٹرن یونین (Western Union)، ہنڈی (Money Laundering)، بل آف ایکسچینج (Bill of exchange) اور پرامیسری نوٹ (Promissory Note) وغیرہ۔ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے ان تمام طریقوں کے استعمال کی نہ صرف گنجائش، بلکہ شریعہ اسلامیہ ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

نتائج بحث

گذشتہ تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ اسلام لوگوں کے حقوقِ مالیہ کا نہ صرف تحفظ، بلکہ بہرصورت ان کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے اسلام نے بہترین تعلیمات دی ہیں، تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہونے پائیں، مثلاً:

ان حقوق میں کوتاہی کرنے والوں کو اخروی اعتبار سے سخت وعیدیں سنائی ہیں، یہاں تک کہ مالی حقوق غصب کرنے والوں کو دردناک عذاب کی بشارت سنائی گئی ہے۔ ان وعیدوں کی وجہ سے جن لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا ہوتا ہے وہ کسی کا مال ناحق کھانے سے بچتے ہیں۔ اسلام نے وقت کے قاضی اور حاکم کو حکم دیا ہے اور اس بات کا پابند بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا حق دبالے تو وہ صاحبِ حق کو اس کا حق دلوائے۔ دوسری طرف صاحبِ حق کو اسلام نے مکمل اختیار دیا ہے کہ وہ کسی بھی جائز طریقے کو بھروئے کار لاتے ہوئے اپنے مال کی حفاظت کر سکتا ہے، اس کے لیے بنیادی طور پر اسلام نے رہن (Mortgage)، کفالہ (Guarantee) اور حوالہ (Hawalah) کو مشروع قرار دیا ہے، تاکہ کسی بھی معاملہ میں مال خرچ کرنے سے پہلے آدمی مذکورہ ذرائع میں سے کسی ایک ذریعہ کو ضرور اپنائے، تاکہ بروقت مال کو تلف ہونے سے بچایا جاسکے۔ اگر بالفرض مذکورہ بالا طریقوں میں کوئی طریقہ بھی نہ اپنایا گیا یا کارگر ثابت نہ ہو تو ایسی صورت میں اسلام نے صاحبِ حق کو اختیار دیا ہے کہ وہ کوئی بھی جائز ذریعہ اختیار کرکے اپنا حق لے سکتا ہے، بشرط یہ کہ حق وصول کرنے کے بعد اس شخص (جس سے حق وصول کیا گیا) کو اطلاع کردی جائے۔

حواشی وحوالہ جات

1 العثمانی، شیخ الاسلام محمد تقی، اسلام اور ہماری سیاسی زندگی ۱: ۹۶، ادارہ اسلامیات، لاہور (س-ن)

2 الحمیدی، امام محمد بن فتوح، الجمع بین الصحیحین ۲: ۲۸۸، دار ابن حزم، لبنان، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء

3 الموصلی، امام أحمد بن علی بن المثنی أبو یعلی، مسند أبی یعلی، حدیث (۱۵۷۰) دار الرایۃ، الریاض، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۸۴ء

4 ابن عابدین، علاء الدین بن محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز، رد المحتار ۲: ۲۷۱، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت، ۱۳۹۶ھ

5 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۸۳

6 فیروز آبادی، شیخ أبو طاہر، تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ۱: ۴۱، دار الکتب العلمیۃ، لبنان (س-ن)

7 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۸: ۲۶۵، دار المعرفۃ، بیروت (س-ن)

8 نفس مصدر ۸: ۲۷۸

9 ابن أبی شیبۃ، امام أبو بکر عبد اللہ بن محمد، مصنف ابن أبی شیبۃ، حدیث (۲۱۰۷۸) دار القبلۃ (س-ن)

10 العثمانی، شیخ الاسلام محمد تقی، بحوث فی قضایا معاصرۃ ۱: ۱۷، مکتبہ دار العلوم، کراچی (س-ن)

11 نفس مصدر

12 البیہقی، أبو بکر علامہ أحمد بن الحسین، السنن الکبری، باب وجوب الحق بالضمان، حدیث (۱۱۷۲۵) مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الہند

13 العینی، بدر الدین أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی، البنایۃ شرح الہدایۃ ۸: ۴۵۰، دار الکتب العلمیۃ- بیروت، لبنان، ۱۴۲۰ھ/ ۲۰۰۰ء

14 المرغینانی، شیخ أبو الحسن علی بن أبی بکر، الہدایۃ شرح البدایۃ ۳: ۱۲۶، کتاب الکفالۃ، مکتبۃ الحرمین (س-ن)

15 الکیرانوی، وحید الزمان، القاموس الوحید: ۳۹۴، ادارہ اسلامیات، کراچی (س-ن)

16 جماعۃ من الہند، الفتاوی الہندیۃ ۳: ۲۹۵ کتاب الحوالۃ، فصل: شرائط الحوالۃ و أرکانہا، دار الفکر (س-ن)

17 البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۶: ۲۶۶

18 رد المحتار ۵: ۳۲۸

19 الکاسانی، علامہ علاؤالدین، بدائع الصنائع ۶: ۱۶ کتاب الحوالۃ، فصل: شرائط الحوالۃ، دار الکتاب العربی، ۱۴۲۰ھ

20 عصمت اللہ، زر کا تحقیقی مطالعہ: ۳۷۸، ادارۃ المعارف، کراچی (س-ن)